5-درمراد (مرثیہ)

میر انیسؔ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دہشت بلا	مصیبت کا صحرا	ظہور	ظاہر ہونا
فرس	گھوڑا	طبقے	لوگوں کے گروہ
سعادت	خوش ہونا	اشک	آنسو
شگفتہ ہونا	خوش ہونا	آب خضر	آب حیات
غنچے	کلیاں، شگوفے	حبابوں	حباب کی جمع بلبلے
کُوچ	روانگی، سفر	ثناء	خوبی بیان کرنا

اشعار کی تشریح:

شعر نمبر-1

جب کربلا میں داخلہ شاہ دیں ہُوا　　　دشت بلا نمونہ خُلد بریں ہُوا
سر جھک گیا فلک کا، یہ اوج زمیں ہوا　　　خورشید محو حُسن حسین حسیں ہوا
پایا فروغ نیز دیں کے ظہور سے
جنگل کو چاند لگ گئے چہرے کے نور سے

تشریح:

مرثیے کے اس بند میں شاعر کہتا ہے کہ جب دین کے بادشاہ امام حسینؑ ۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو کربلا کے میدان میں داخل ہوئے۔ یہ میدان کوفہ سے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔ آپ کے قدم مبارک پڑنے کے جب وہ مصیبتوں اور آفتوں سے بہشت بریں معلوم ہونے لگا۔ آپ کی آمد سے کربلا کی حقیر زمین کا مرتبہ اتنا بڑھ گیا کہ اسمان نے بھی اس کی تعظیم میں اپنا سر جھکا دیا۔ اس دن آسمان پر چمکنے والے سورج نے جب حضرت امام حسین کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ آپ کے ظاہر ہونے پر سورج کی روشنی میں مزید اضافہ ہوا۔ آپؑ کے چہرے کا نور اس قدر زیادہ تھا کہ جنگ کا حسن دوبالا ہو گیا۔ یعنی ہر چیز کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔

شعر نمبر-2

خوشبو سے اُن گلوں کی ہوا دشت باغ باغ　　　غنچے کھلے، ہرے ہوئے بلبل کے دل کے داغ
پہنچا سر فلک پہ ہر اک کوہ کا داغ　　　دریا نے بھی حبابوں کے روشن کیے چراغ
خورشید بن گئے طبقے ارض پاک کے
تاروں کو گرد کر دیا زروں نے خاک کے

تشریح:

شاعر نے اس بند میں "اِن گلوں" کو بطور استعارہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے جانثار ساتھیوں کے لیے استعمال کیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ اور ان کے جلیل القدر ساتھی جو پھولوں کی مانند تھے ان کی خوشبو سے دوسرا بھی کستان کا منظر پیش کرنے لگا۔ بلبل جو پھول کی روایتی عاشق ہے جب غنچے کھل کر پھول بن گئے تو بلبل کے دل کے داغ بھی تازہ ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی آمد پر قدرت نے وہاں بہار کے موسم کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ دریا میں اس وقت پیدا ہونے والے بلبلے ہوں روشن نظر آنے لگے جیسے کسی نے وہاں چراغ جلا دیئے ہوں۔ وہاں کی زمین میں موجود ریت کے چھوٹے چھوٹے زرے سورج بن گئے۔ اور اتنے روشن ہو گئے کہ ان کے سامنے ستارے بھی ماند پڑھ گے۔ یعنی ان پاک ہستیوں کی آمد سے وہاں کی مٹی کی توقیر میں اضافہ ہو گیا۔

شعر نمبر-3

بولے فرس کو روک کے شاہ فلک وقار　　　منزل پہ ہم پہنچ گئے، احسان کردکار
آگے نہ اب بڑھائے کوئی یاں سے راہوا　　　یہ وہ زمیں، جس کے لیے دل تھا بے قرار
قربان اس مکان سعادت نشان کے
پایا دُر مراد بڑی خاک چھان کے

تشریح:

حضرت امام حسینؓ، جن کا مرتبہ آسان جتنا بلند تھا، اپنے گھوڑے کو روک کر بولے کہ اللہ تعالی کا بہت شکر ہے کہ ہم نے جہاں پہنچ کر گھوڑوں سے اترنا تھا یہ وہ جگہ ہے۔ ہم اس جگہ تک پہنچ گئے ہیں کیونکہ اس زمین کے لیے ہمارا دل مدت سے بے قرار تھا۔ اس خوش قسمت سرزمین کے ہم قربان ہیں۔ اس کو ہم نے بہت کوشش اور تلاش کے بعد حاصل کیا ہے۔ اس لئے اس مسکن کے قربان جاؤں جو ہمارے لئے خوش بختی کی علامت ہے۔ اس کی حیثیت ہمارے لئے ایک موتی کی ہے جس کے طلب کے لیے ہم نے سخت محنت کی تب جا کے ہم نے یہ قیمتی موتی جیسا مقام پایا ہے۔ شہادت کا مرتبہ انسانی سوچ سے کہیں زیادہ ہے۔

شعر نمبر-4

اُترو مسافرو! کہ سفر ہو چکا تمام　　　کوچ اب نہ ہو گا حشر تلک، ہے یہی مقام
مقتل یہی زمیں ہے، یہی مشہد امام　　　اُونٹوں سے بار اُتار کے برپا کرو خیام
بستر لگاؤ شوق سے، اس ارض پاک پر
چھڑکا ہوا ہے آب بقایاں کی خاک پر

تشریح:

امام حسینؑ اپنے ساتھیوں کو کربلائے معلی کی خاک پر اترنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ کہ اب آپ لوگوں کا سفر ختم ہو چکا ہے۔ اب ہم قیامت کے دن تک یہاں رہیں گے اور یہاں سے کسی اور جگہ کوچ نہیں کریں گے۔ یاد رہے حضرت امام حسینؓ اور دیگر شہدائے کربلا کے مزارات دریائے فرات کے کنارے پر کربلا کے مقام پر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں ہمارے شہید یا قتل کئے جانے کی جگہ ہے۔ سیکی خطہ عرض ہماری قتل گاہ (شہید ہونے کی جگہ) اور یہی یہ مقام ہے جہاں پر حضرت امام حسینؓ کی شہادت ہوگی۔ اس لئے تم لوگوں نے اونٹوں پر جو سامان لاد رکھا تھا دو سب یہیں اتار دو اور اسی جگہ پر اپنے خیمے لگا لو۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ یہی شہادت کا میدان ہے۔ اور شہید کو حیات ابدی نصیب ہوتی ہے۔

شعر نمبر-5

توشہ مسافروں کا یہی، اور یہی ہے زاد　　　یہ خاک آب خضر سے رُتبے میں ہے زیاد
طوفاں میں اس کو ڈالے گا جو مرد خوش و نہاد　　　لے آئے گی ہوائے موافق دُر مُراد
دیکھے گا اس میں کرم کار ساز کو
تھامے گا دست موج سے دریا جہاز کو

تشریح:

شاعر اس بند میں کہتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ مسافر سفر میں اپنے ساتھ جو ضروری سامان لے جاتے ہیں، یہی زاد رہ یعنی سفر کا سامان ہے جو تم اپنے ساتھ لائے ہو۔ وہ کہتا ہے کہ یہ کوئی عام مٹی نہیں ہے بلکہ یہ کربلا کی عظیم زمین کی خاک ہے۔ جو کہ ہمیشہ کی زندگی بخشنے والے پانی "آب حیات" سے بھی زیادہ وقعت رکھنے والا ہے، جیسے روایات کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نے پیا اور ہمیشہ کی زندگی پائی۔ اللہ تعالی جو ہر کام کو بنانے والا اور درست کرنے والا ہے وو نا امید اور مایوس شخص اس کی مہربانی کو خود دیکھ لے گا اور دریا نہروں سے خو بخو و جہاز کو محفوظ کنارے تک لے جائے گا۔ یعنی کشتی کو ڈوبنے سے بچائے گا۔ اور اللہ تعالی ان کی مدد ضرور کرے گا۔

شعر نمبر-6

اُترا یہ کہہ کے کشتی اُمت کا ناخدا　　　جتنے سوار تھے وہ ہوئے سب پیادہ پا
حضرتؑ نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا:　　　دیکھو تو! کیا ترائی ہے، کیا نہر، کیا فضا
اکبرؓ شگفتہ ہو گئے صحرا کو دیکھ کر
عباسؓ جھومنے لگے دریا کو دیکھ کر

تشریح:

شاعر کہتا ہے کہ یہ باتیں اپنے ساتھیوں سے کہنے کے بعد وہ ہستی گھوڑے سے اتر گئی۔ جو اس وقت اسلام کی کشتی کا ناخدا تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی ان کے دوسرے ساتھی بھی اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے اور سب زمین پر تشریف لے آئے۔ آپ نے مسکرا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ذرا غور کرو یہ دریا کے قریب والی زمین کی مرطوب ہے، یہاں کتنی نمی

ہے۔ یاد رہے ان دنوں گرمی اپنے عروج پر تھی اس لیے دریا کے مرطوب کنارے پر پڑاؤ ڈالنا بہت بڑی خوش قسمتی تھی۔ علی اکبرؓ حضرت امام حسینؓ کے فرزند ارجمند جن کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی۔ اس صحرا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت اب جو حضرت امام حسینؓ کے سوتیلے بھائی اور شمر کے بھانجے تھے، درریا کو دیکھ کر خوشی سے لہرانے لگے۔ اسی لیے امام عالی مقامؓ نے یہاں پر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہاں کا نظارہ کتنا پر لطف ہے، نہر کا کنارہ اور خوشگوار فضا کتنی روح پرور ہے۔ حضرت علی اکبرؓ صحرا کا یہ نظارہ دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور حضرت عباسؓ دریا کی روانی دیکھ کر خوشی سے جھومنے لگے۔

شعر نمبر-7

بولے یہ اشک بھر کے شہنشاو سر بلند　　　کیوں، یہ مقام ہے تمھیں شاید بہت پسند؟
کی مسکرا کے غرض کہ یا شاہ ارجمند!　　　بس یاں تو خود بخود ہوئی جاتی ہے آنکھ بند
شیر اب یہیں رہیں گے عنایت جو رب کی ہے
میں کیا کہوں حضور! ترائی غضب کی ہے

تشریح:

حضرت امام حسینؓ جو ایک نہایت بلند مرتب بادشاہ تھے۔ آنکھوں میں آنسو لا کر اپنے بیٹے حضرت علی اکبرؓ سے کہا کیوں کیا بات ہے؟ کیوں شاید یہ جگہ تمہیں بہت اچھی لگی ہے۔ حضرت علی اکبرؓ نے مسکرا کر عرض کی کی اے خوش بخت بادشاہ! یہ جگہ تو اتنی پیاری ہے کہ ان میں انھیں دیکھنے کی تاب نہیں لگا سکتیں۔ اگر اللہ کی مہربانی ہمارے ساتھ رہی تو ہمارے شیر یہیں پر ہی قیام کریں گے۔ بہادری کے اعتبار سے حضرت علی اکبرؓ کسی طرح بھی شیروں سے کم نہ تھے اس لیے یہ مرطوب جگہ ان کے بلکل حسب حال ہے۔ کیونکہ یہاں جو گیلی اور تر جگہ ہے وہ شیروں کے لیے بلکل گھر جیسی ہے۔ یہاں کی ترائی اتنی گرمی میں ہمارے لیے انتہائی موزوں اور مناسب جگہ ہے۔

مشق

سوال نمبر۱۔ مرثیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مرثیہ:

وہ نظم یا اشعار جس میں کسی شخص کی وفات یا شہادت کا حال اور ان کی معصیتوں کا ذکر ہو۔ خصوصا شہدائے کربلا کا ۔ اُردو شاعری میں اب یہ صنف کربلا کے شہدا کے لیے مختص ہے۔ اس میں اہل بیت کی شہادت اور ان کی بہادری اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر۲۔ شاہ دیں، کشتی اُمت کا نا خدا ، شہنشاہ سربلند ان تمام تراکیب سے کون سی ہستی مراد ہے؟

جواب: مندرجہ بالا تراکیب میں شاہ دیں، کشتی اُمت کا ناخدا اور شہنشاہ سربلندی کی ترکیبیں حضرت امام حسینؓ کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔

سوال نمبر۳۔ "پایادُر مراد بڑی خاک چھان کے" اس مصرے کی وضاحت کریں۔

جواب: اس مصرے میں بتایا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں نے بڑی تگ و دو سے وہ موتی تلاش کرلیا ہے جسے حاصل کرنے کی بڑی تمنا کی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں ایک شہید کا مرتبہ حاصل کرنے کی بڑی آرزو تھی جو پوری ہو گی۔

سوال نمبر ۴۔ اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

خُلدِ بریں۔ سعادت نشان۔ آبِ بقا۔ نا خدا۔ عنایت۔ پیادہ پا۔

جواب:

الفاظ	جملے
خلدِ بریں (جنت)	اللہ تعالی نے سفر معراج کے دوران حضور ﷺ کو خُلدِ بریں کا نظارہ کرایا۔
سعادت نشان	نیک اولاد والدین کے لے سعادت نشان ہوتی ہے۔
آبِ بقا	حضرت خضر علیہ السلام آبِ بقا پی کر ہمیشہ کے لے امر ہو گے۔
نا خدا	نا اہل سیاست دانوں نے نا خدا بن کر ملک کی معیشت کا بیڑا غرق کردیا۔
عنایت	ہمیں ہمیشہ عنایت خداوندی کا شکر گزار ہونا چاہیے۔
پیادہ پا (پیدل)	پہیہ جام ہڑتال کی وجہ سے لوگ پیادہ پا ہی اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گے۔

سوال نمبر ۵۔ دوسرا مصرع بیان کریں۔

(الف) پایا فروغ نیز دیں کے ظہور سے

(ب) بستر لگاؤ شوق سے اس ارض پاک پر

(ج) اکبر شگفتہ ہو گے صحرا کو دیکھ کر

جواب: دوسرا مصرع مندرجہ زیل ہے:

(ا) جنگل کو چاند لگ گے چہرے کے نور سے

(ب) چھڑکا ہوا ہے آب بقایاں کی خاک پر

(ج) عباسؓ جھومنے لگے دریا کو دیکھ کر

سوال نمبر۶۔ کلام میں کسی بات کی کوئی ایسی وجہ بیان کرنا جو درحقیقت اس کی وجہ نہ ہو، لیکن کلام میں خوبصورتی پیدا کرتی ہو "حسن تعلیل "کہلاتی ہے۔ "مثلاً ◦ دُرمراد "کے پہلے بند میں فلک کے سر جھکانے کی وجہ شاہ دیں کے کربلا میں داخل ہونے کو قرار دیا گیا ہے جو فلک جھکنے کی اصل وجہ نہیں ہے۔ آپ حسن تعلیل کی دو مثالیں پیش کریں۔

جواب: "حسن تعلیل "دو مثالیں درج زیل ہیں:

مثال نمبر۱: ؎ بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا کوئی بے تاب تہِ خاک تڑپتا ہوگا

مثال میں زلزلے کے آنے کی وجہ زیرے زمین کسی کے تڑپنے کو بتایا گیا ہے۔ حالانکہ زلزلہ آنے کی اصل وجہ زمین کے اندر چٹانوں کا پگھنا اور اس سے نکلنے والے لاوے کا متحرک ہونا ہے جس کی وجہ سے سطح زمین پر جھٹکے محسوس ہوتے ہیں۔

مثال نمبر۲: پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات سے ساحل سے سر ٹپکتی تھیں موجیں فرات کی

ساحل سے موجوں کے ٹکرانے کی اصل وجہ تو یہ ہے کے ہوا کے چلنے سے پانی میں لہریں یا موجیں پیدا ہو کر کناروں سے جا کر ٹکراتی ہیں لیکن شاعر نے موجوں کے ساحل سے ٹکرانے کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی پیاس کی وجہ سے موجیں بے قرار ہو کر ساحل سے سرپٹک رہی تھیں وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح حضرت امام حسینؓ تک پہنچ کر ان کی پیاس بجھائیں۔

مثال نمبر۳: برابری کا تیری گل نے جو خیال کیا صبا نے مار طمانچے منہ اس کا لال کیا

پھول کی سرخی کی وجہ یہ بتائی گی ہے کے اس نے حسن و نزاکت میں محبوب کا پورا خیال کیا۔ اس گستاخی کی سزا کے طور پر ہوا نے طمانچے مار مار کر اس کے گال لال کردیے ہیں۔ ظاہر ہے پھول کی سرخی کا اصل سبب وہ نہیں جو بیان کیا گیا ہے۔ اصل سبب تو اس کے قدرتی رنگ ہیں۔ لیکن نے سبب کو درست ماننے میں ہی لطف ہے۔